لطیف احمد قریشی

معصومیت

معصومیت سے مراد کسی شخص کا اپنے کسی فعل کے لیے ذمہ دار اور سزا کا مستحق نہ ہونا ہے۔ مثلاً اگر کوئی بچہ کسی کو چپت لگا دے، کاٹ کھائے یا کوئی برتن توڑ دے تو اس کے اس عمل کی وجہ معصومیت قرار دی جاتی ہے۔ اور اسے اس کے عمل کے لیے سزا اس لیے نہیں دی جاتی کہ اسے اس کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جاتا۔

لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کیا کوئی شخص حقیقی طور پر معصوم ہوتا بھی ہے یا نہیں ؟ یعنے کیا وہ اپنے افعال کے لیے ذمہ دار ہے یا نہیں، تحلیل نفسی نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ انسان کے ہر فعل (اور خاص طور پر جرم) کا کوئی نہ کوئی محرک ضرور ہوتا ہے۔ یہ علاحدہ بات ہے کہ وہ محرک شعوری ہو یا غیر شعوری۔ شعوری محرک کی صورت میں فاعل کو اپنے فعل کا پوری طرح احساس ہوتا ہے اور اس حالت میں فاعل خود کو فعل سے روک بھی سکتا ہے۔ لیکن دیکھا گیا ہے کہ اکثر جرائم کے محرکات لاشعور میں دبی ہوئی غیر تسکین شدہ خواہشات ہوتی ہیں۔ یہ خواہشات غیر معاشرتی اور منافی اخلاق قسم کی ہوتی ہیں جن کو ہمارا مروجہ نظام معاشرہ اور اخلاقی اقدار قبول نہیں کرتے اس لیے ان کو دبا دیا جاتا ہے۔ مثلاً انسان میں ملکیت کی شدید خواہش موجود ہوتی ہے۔ اور اسے وہ ہر جائز و ناجائز طریق پر پورا کرنا چاہتا ہے۔ لیکن معاشرتی نظام اور اخلاقی اقدار اس خواہش کی تکمیل میں رکاوٹ بنتی ہیں اور اس طرح یہ خواہش لاشعور میں دب جاتی ہے۔ ایسی دبی ہوئی خواہشات کی بعض دفعہ تہذیب (SUBLIMATION) بھی ہو جاتی ہے۔ یعنے وہ اپنی تکمیل کی کوئی ایسی راہ ڈھونڈ لیتی ہیں جس کو معاشرہ بھی مستحسن قرار دیتا ہے۔ مثلاً یہی ملکیت کی خواہش مال کے جائز طریق یعنے تجارت

وغیرہ کے ذریعہ حصول اور پھر اسی مال سے معاشرتی طور پر مفید ادارے مثلاً اسکول، ہسپتال، اور خیرات گھر وغیرہ قائم کرکے ان کی ملکیت اور سرپرستی کے نشہ سے پوری ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ خواہشات لاشعور میں سے نکل کر شعور میں آنے کی ہر وقت کوشش کرتی رہتی ہیں اور کوئی نہ کوئی ذریعہ اپنی تکمیل کا ڈھونڈ لیتی ہیں مثلاً یہی ملکیت کی خواہش والا شخص چوری کو اپنی اس خواہش کی تکمیل کا ذریعہ بھی بنا سکتا ہے۔ مختصر یہ کہ تحلیلِ نفسی کے زاویۂ نظر سے کوئی شخص بھی اپنے کسی عمل میں معصوم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ بلکہ اس کی خواہشات (شعوری یا غیر شعوری) اس کی ذمہ دار ہوتی ہیں۔

ایک مکتبِ فکر جسے جبریت DETERMINISM کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے کا خیال ہے کہ انسان اپنے ہر قسم کے افعال میں اپنے ماحول کے اثرات سے مجبور ہوتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص چوری کرتا ہے تو وہ اپنے بچپن سے لیکر اس لمحہ تک کے ماحولی اثرات سے مجبور ہو کر چوری کا مرتکب ہوتا ہے اور یہی حال باقی سب افعال میں بھی ہے۔ اس نظریے کے نتیجے میں جب انسان اپنے اعمال کے لیے ذمہ دار ہی نہیں ہے بلکہ ذمہ داری اس کے ماحول پر عائد ہوتی ہے تو وہ سزا کا مستحق کیوں ٹھہرے گا۔ لیکن اس پر پہلا اعتراض تو یہ ہے کہ ابھی تک یہ بات ہی پوری طرح ثابت نہیں کہ انسان ماحول سے کلیتہً مجبور ہو کر کوئی عمل بجا لاتا ہے اور اس نظریہ کے خلاف رائے رکھنے والے بہت سے ماہرین نفسیات موجود ہیں جن کا خیال ہے کہ بے شک انسان پر ماحول کا بہت زیادہ اثر ہوتا ہے لیکن وہ بہت حد تک اپنے افعال و اعمال میں آزاد بھی ہے۔ دوسرے اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ انسان کے اعمال اس کے ماحولی اثرات کے نتیجے میں وقوع پذیر ہوتے ہیں تو انسان مکمل طور پر معصوم پھر بھی نہیں ٹھہرتا۔ کیونکہ پھر بھی ایسا ماحول بدلنے کے لیے سزا کا وجود ضروری ہوگا تاکہ اس کے بعد اس شخص کے ماحول اور دوسرے افرادِ معاشرہ کے ماحول میں اس سزا کے خوف کا عنصر بھی شامل ہو جائے اور اس طرح آیندہ وہ شخص ایسے افعال سے بچ سکے۔

بچوں کو عام طور پر معصوم قرار دیا جاتا ہے۔ عرفِ عام میں اس سے مراد تجربہ اور علم کی کمی سے لی جاتی ہے لیکن اس کا یہ مطلب بھی لیا جاتا ہے کہ ان کے افعال کا کوئی محرک نہیں ہوتا۔ لیکن تحلیلِ نفسی کے

ثابت ہوتا ہے کہ بچوں میں بڑوں سے بھی زیادہ خام حالت میں یہی خطرناک (غیر معاشرتی و غیر اخلاقی) خواہشات اور جبلتیں پائی جاتی ہیں۔ اور ابھی ان پر عملی دباؤ (REPRESSION) پورا نہیں پڑتا۔ جب کوئی بچہ کسی شخص پر دانتوں اور ناخنوں وغیرہ سے حملہ کرتا ہے یا کسی چڑیا کو مار گراتا ہے تو اس کے اس فعل کے پیچھے اس کا جذبۂ قتال (MURDEROUS INSTINCT) کام کر رہا ہوتا ہے اس لیے ثابت ہوا کہ بچے بھی معصوم نہیں ہوتے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر یہ بظاہر اس قدر حسین اور جاذب نگاہ اصطلاح ایجاد کس لیے کی گئی ہے؟ میرے خیال میں اس کا مقصد دباؤ کے عمل کی تکمیل ہے۔ بچے کو معصوم اس لیے قرار دیا جاتا ہے کہ اسے ابھی معاشرہ کے اوامر و نواہی کا علم نہیں ہوتا اور اس طرح اس کو وقتی طور پر سزا سے بری قرار دے کر اس پر اور دباؤ ڈالنے کا موقع حاصل کیا جاتا ہے تاکہ آہستہ آہستہ اس کی ان خطرناک جبلتوں کو دبایا اور مہذب کیا جا سکے۔ اور جب بڑوں کے بارے میں یہ اصطلاح استعمال کی جاتی ہے تو اس وقت بھی اس کا یہی مقصد ہوتا ہے کہ اگر معاشرہ میں اس کے فعل سے فساد پھیلنے کا ڈر نہیں تو اس کی اصلاح کی خاطر اس کو اپنی اس جبلّی خواہش کو دبانے کا موقع دیا جائے۔ اس طرح اس عمل (دباؤ) میں اس کی مدد کی جاتی ہے۔

سرگزشت غزالی

مترجمہ محمد حنیف ندوی

قیمت : ۳ روپے

ملنے کا پتہ:
سیکریٹری ادارۂ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ لاہور